عن ابی حسان قال دخل رجلان من بنی عامر علی عائشة فاخبراها ان ابا هریرة یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم انہ قال الطیرة فی الدار و المرأة والفرس فغضبت وقالت " و الذی نزل القرآن علی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ما قالها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط انما قال ان اھل الجاھلیة کانوا یتطیرون من ذلك [1]

ابوحسان سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے دو شخصوں نے حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوکر خبر دی کہ ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے روایت کر رہے ہیں کہ "بدشگونی گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی ہے " آپ نے ناخوش ہوکر کہا "قسم ہے اُس خدا کی جس نے محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر قرآن اُتارا۔ آنحضرت نے یہ ہرگز نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے تو فقط یہ بیان کیا تھا۔ کہ "جاہلیت میں لوگ ان چیزوں سے بدشگونی لیا کرتے تھے [1]

اس تصریح کے بعد کیا کسی تحقیق پسند و منصف مزاج کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مذہبی روایتیں سعد و نحس کی جانبدار ہیں۔ یا اسلامی تعلیمات سے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے یا عوام کے توہمات اور شاعروں کے مفروضات و تخیلات کا اس پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے ؟ خدا کسی وقت کو اگر چاہے تو ممکن ہے برکت عطا فرمائے یا منحوس کر دے۔ لیکن اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ اس نے ایسا کیا اور یہ امکان وقوع کے درجہ میں آ گیا۔

(۷)

یہ مسئلہ کہ " نحوست سے یہی نحوست مراد ہے۔ اس لیے کہ عربی زبان میں نحس کے مقابلہ میں سعد کا لفظ استعمال ہوا کرتا ہے " چنداں اہم نہیں ہے۔ کیونکہ لغت میں سرد ہوا

[1] عینی (عمدۃ القاری - طبع قسطنطنیہ) جلد ۷ صفحہ ۶۰۱۔

اور فضائے آسمان کو گھیرے ہوئے گرد و غبار کے لیے بھی نحس کا لفظ وارد ہے اور قرآن کریم کے سیاق سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ بد اختری و نا فرجامی بھی نحس کے معنی بتائے گئے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعد کے لغت نویسوں کو غالباً عالمگیر توہمات سے مغلوب ہو کر قرآن کی مفروضی تائید کیلئے یہ معنے پیدا کرنے پڑے۔ ورنہ ابتدائی کتابوں میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ تفسیر کبیر کا یہ اعتراض بیشک وقیع ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے چونکہ خبر دی ہے کہ منحوس دنوں میں قوم عاد پر عذاب ہوا تھا۔ اس لیے ضرور ہے کہ ان دنوں کی نحوست اُس عذاب کے علاوہ ہو جو انہیں دنوں میں نازل ہوا تھا" مگر اہلِ نظر بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دن کی نحوست اور چیز تھی اور جو عذاب اُس دن نازل ہوا وہ اور ہی تھا۔ دن کی نحوست تو یہ تھی کہ گرد و غبار سے بھرا ہوا تھا۔ اور عذاب یہ نازل ہوا کہ اسی عالم میں ہوائے سرد کے طوفان نے بنیادیں ہلا دیں۔

جن چیزوں کا مشاہدات سے علاقہ نہیں ہے اُن کی واقعیت تسلیم کرنے کے لیے دو ہی صورتیں ہیں۔

(۱) مذہب اُن کا حامی ہو۔

(۲) وہ بات عقل کی رو سے خلاف قیاس نہ ہو۔

پہلی صورت کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سعد و نحس کے اعتقاد سے مذہب کو ذرا بھی علاقہ نہیں ہے۔ دوسری صورت کی حقیقت یہ ہے کہ تاریخ۔ گھڑی۔ دن۔ رات۔ صبح۔ شام، وغیرہ وغیرہ یہ سب وقت کے خاص خاص حصوں کے نام ہیں اور وقت ایک ایسی وسیع مدت کا نام ہے جس کے اجزا ہر حیثیت سے آپس میں ملے جلے ہونے چاہئیں۔ لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں کہ اس امتداد کا کوئی ایک جز دوسرے سے اچھا یا بُرا نکلے اور وہ دائرہ جس کا ہر حصہ متشابہ ہونا چاہیے کسی تخصیص کی وجہ سے غیر متشابہ ہو جائے۔

حیف ہے کہ مذہب اور عقل دونوں جس کے مخالف ہوں ہم اُس کو اپنی معاشرت کا جزو غالب بنا ئیں اور اس حکیمانہ اصول کو بالکل ہی بھول جائیں کہ "سعد و نحس اگر ہے بھی تو انسان کے طرز عمل سے وابستہ ہوگا۔ اصل میں جو کچھ ہے انسان ہی ہے اور سعادت و نحوست اُسی کے رفتار کی خوبی یا خرابی سے تعلق رکھتی ہیں"۔

قصۂ یوسف علیہ السلام

آثار قدیمہ کی روشنی میں

از جناب حکیم عیش - امروہوی صدر جمعیت علمائے برما - (رنگون)

قدیم مصری تاریخ میں صرف ایک ہی ایسا زمانہ آیا ہے جس میں ایک عبرانی غلام منصب وزارت عظمےٰ تک پہونچکرامور مملکت میں پورا متصرف بن گیا ہو - یہ شخصیت حضرت یوسف کی تھی -

عبرانیوں کے ساتھ جب زمانہ سازگار ہوا تو مصر اُن کے قبضۂ حکومت میں آگیا - ان کا یہ عہد عہد ہکسوس کہلایا - عہد عتیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا زمانہ ۱۷۸۶ سے ۱۵۹۵ قبل مسیح تک تھا آثار قدیمہ نے اس عہد سلطنت ہکسوس کو شباب کا زمانہ ظاہر کیا ہے

ہکسوس (چرواہوں) کی اصل و نسل کا مسئلہ مورخین، علمائے عہد عتیق و فضلائے آثار قدیمہ میں ابتک مختلف فیہ چلا آتا ہے - بعض انہیں سامی بتلاتے ہیں - بعض سیتھیا والے - بعض حتی (شمالی شام کے قدیم باشندے) بعض اکادی (اکاد علاقہ بابل کے وہ قدیم باشندے جو تورانی النسل تھے جنہوں نے کالدی تمدن کے آثار چھوڑے) ہم اس اختلاف سے بچنے کے لیئے اسی قدر عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ یہاں ایشیا سے آئے اور مصر میں حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے حکمرانی کرتے رہے -

گھوڑا مصر میں یہی لائے تھے - رتھ مصر میں انہیں نے بنائے تھے سواروں کا رسالہ انھیں نے تیار کیا تھا ان سے پہلے مصر میں ان چیزوں کو کوئی بھی نہ جانتا تھا کیونکہ وادی نیل میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی مصر مختلف خاندانوں کی گروہ حکومتوں میں منقسم تھا اس لیئے جب یہ قوم چوپان حملہ آور ہوئی تو زبردست دفاع نہ ہوسکے

کے سبب ملک مصر پر اس کا قبضہ ہوگیا

شاہان ہکسوس کے قدم سیکڑوں سال تک دریائے نیل کی سطح مرتفع پر جمے رہے اس سے آگے گو وادی نیل میں مصری خاندانوں کی ریاستیں تھیں مگر وہ بھی اکثر اُن کے اقتدار میں تھیں ان کی قوت کو مانتی تھیں گو ان سے نہ حد نفور و بیزار تھیں جب موقع ہاتھ آتا تو اُن کی مخالفت خطرناک بن جاتی آخر انھیں ریاستوں نے چند صدیوں کے بعد دولت ہکسوس کا بیڑا کر ڈالا۔

ہکسوس مصر میں آئے تو یہ کسی ثقافت کے مالک نہ تھے اس لیے مصر کا رنگ ان پر چڑھنے لگا حتیٰ کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ رنگ ایسا چوکھا ہوگیا کہ مصری معاشرت مصری طور طریق۔ انشاء خطاب رسم و رواج سب ان میں آگئے۔ مصری زبان ان کی زبان بن گئی۔ دفاتر میں دیسی باشندے بھر گئے۔ مصری علم و دانش کو عروج اور مصری ثقافت میں زندگی آگئی۔ ان میں اور مصریوں میں اگر کوئی فرق و امتیاز تھا تو مذہب کا تھا اور کوئی فرق و امتیاز نہ تھا۔ (قدیم اسرائیل و امم مجاورہ صفحہ ۱۵۸) لہ

کچھ تو اجنبیت اور کچھ اختلاف مذہب ان دو باتوں نے اس اختلاط کے باوجود بھی مصریوں کے دل صاف نہونے دیے۔ چنانچہ ہیاکل مصریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ہکسوس (اہل مواشی) کو "عامت" کا لقب دے رکھا تھا جس کے عہد عتیق میں معنے ہیں "مکروہ" عہد عتیق میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ "مصریوں کو ہر چوپان" سے نفرت ہے" (پیدائش ۴۶ : ۳۴)۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مع برادران یوسف ؑ مصر میں سکونت کے لیے داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے انھیں چپکے سے سمجھا دیا تھا کہ :۔

"جب فرعون تم کو بلائے اور کہے کہ تمہارا پیشہ کیا ہے تو تم کہیو تیرے غلام جوانی سے لیکر اب تک چوپانی کرتے رہے ہیں کیا ہم اور کیا ہمارے آبا دتا کہ تم جشن کی زمین میں رہو اسلیے

لہ EARLY ISRAEL AND SURROUNDING NATIONS. PAGES 158. 160.

کہ مصریوں کو ہر چرواہے سے نفرت ہے" (پیدائش ۴۶ : ۳۴) جب فرعون کو معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہکسوس ہی کی قوم سے ہیں تو ہم قوم ہونے کی وجہ سے انھیں سکونت پذیر ہونے کی اجازت دیدی اگر یوسف علیہ السلام یہ بات نہ سمجھا دیتے تو فرعون انھیں نہ تو خاص رعاتیں دیتا نہ خاص مراتب پیش کرتا اس نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ :-

"اپنے باپ اور بھائیوں کو اس سرزمین کے ایک مقام میں جو سب سے بہتر ہے انھیں رکھ جشن کی زمین میں انھیں رہنے دے اگر تو جانتا ہے بعضے ان کے درمیان چالاک ہیں تو انکو میرے مواشی پر مختار کر"۔

اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہکسوس اور یوسفؑ کی ایک ہی اصل و نسل تھی۔

جب یوسف علیہ السلام مصری غلام بنائے گئے اس وقت مصر تحتانی پر خاندان ہکسوس کی حکومت تھی مگر انہیں اس قوم کے کسی رئیس نے نہیں خریدا تھا بلکہ ایک مصری نے خریدا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ — اور اہلِ مصر میں سے جس نے یوسف کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ اسکو عزت سے رکھ

سے رکھ۔ کلام پاک میں اس شخص کو اہل مصر سے کہنے کا یہی مطلب ہے کہ اس وقت حکومت اہلِ مصر کی نہ تھی۔

عہد عتیق میں بھی اسے مصری کہا ہے۔ پیدایش ۳۹ :-

"و مرد مصری فوطیفار نام کہ خواجہ و سردار افواج خاصۂ فرعون بود ویرا از دست اسماعیلیان کہ اورا بدانجا بردہ بودند خرید"۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مصری فرعون کے جلوداروں کا سردار تھا۔ اور مقرب بارگاہ

قحط

مصر میں دریائے نیل سے آبیاری کے سبب نہایت شدید قحط پڑنا خیال میں کم آسکتا ہے اور پھر سات سال کا قحط ایک ایسا حادثہ عظیم ہے کہ ملحدین کے نزدیک اس کے لیے کتب مقدسہ کی شہادت کافی نہیں بلکہ مصر کے آثار قدیمہ میں اس کا ذکر ہونا ضروری ہے ایسے لوگوں کی تشفی کے لیے حال میں اس قحط کا مصدق ایک کتبہ دستیاب ہوگیا ہے۔ یہہ کتبہ ایک شخص مسمی بابا کا لکھا ہوا ہے جو "سکوانن رآتا" سوم کی ملازمت میں تھا یہہ فوقانی دریائے نیل کی وادی میں اک رئیس تھا اس اطراف میں ہکسوس کا تسلط پورا پورا نہ تھا۔ اس کتبے میں جس قحط کا ذکر ہے اس کا زمانہ یوسف ؑ کے زمانہ سے مطابق ہے۔

یہہ کتبہ جو بابا کے قبے پر "ال کاب" میں ملا ہے۔ اس میں ہے کہ :-

"اناج بونے کے وقت میں خود نگراں تھا۔ میں نے اناج فصل کے دیوتا کی رضا سے جمع کیا اور جب کئی سال قحط پڑا انہوں نے ہر سال شہر میں غلہ تقسیم کیا۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یوسف علیہ السّلام کے غلہ جمع کرنے کی خبریں اڑیں اور تعبیر خواب کی بات پھیلی تو اوروں کے خلاف اس نے ان پر یقین کر کے یوسف علیہ السّلام کی پیروی کی اور اناج جمع کرتا رہا۔

یہہ بات کہ خود شاہان ہکسوس نے اس عظیم ابتلا کا ذکر کیوں نہیں کیا ان کا لکھوایا ہوا بھی تو کوئی ایسا کتبہ ملنا چاہیئے تھا تو اس کی وجہ غالباً یہہ ہے کہ جب مصریوں نے اپنے ملک سے انہیں نکال دیا تو اپنے تعصب وحقارت کی وجہ سے ان کا کوئی نشان باقی نہ رکھا تاکہ ان کے زمانہ کی ناگوار یاد بھی ان کے آثار کے ساتھ ساتھ رخصت ہو جائے۔

بالفرض یہ وہ قحط نہ بھی ہو تو بھی ملک مصر میں اس سے کئی کئی سال قحط کا پڑنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یوں عہد یوسف ؑ کے قحط کی تائید اس سے ہو جاتی ہے۔

یوسف علیہ السلام کے مصری خطابات

جب حضرت یوسفؑ نے ارض مصر کے خزائن کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اناج کے تمام کھتّے ان کے تصرف میں آگئے تو فرعون نے انہیں "صفنات فعنیح" کا خطاب عنایت کیا۔ عبرانی عہد عتیق میں بعینہ یہ مصری خطاب روایت کیا گیا ہے۔ قدیم عربی و فارسی ترجموں میں بھی اس کو بحال چھوڑ دیا ہے۔ مگر دوسری زبانوں کی بائبل میں اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے اردو بائبل میں اس کے معنے جہاں پناہ کے ہیں۔ جس سے خطاب کا اصلی مفہوم عنت ربود ہو جاتا ہے قدیم مصری میں اس کا لفظی مفہوم ہے "صاحب اخذیۂ حبات" اصلی زبان کے اندر جن معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور جو وسیع مطالب اس کا لیا جاتا ہے اس کو صحیح طور پر قرآن شریف نے ادا کیا ہے۔ یہ وہی منصب ہے جو یوسف علیہ السلام خود طلب فرماتے ہیں۔ قال اجعلنی علی خزائن الارض۔ الآیہ۔ یوسف نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پہ مجھکو مامور کردو۔ یعنی صاحب خزائن ارض بنادو یہ خطاب اُسی عہدے کو ظاہر کرنے والا ہے۔

"آب" یوسف علیہ السلام کا یہ بھی ایک خطاب تھا مگر جب تک مصری تحریر کا حل نہ ہوا کسی کو اس کا پتہ نہ چلا۔

عبرانی بائبل میں اس لقب کا ذکر تکوین ۴۵ : ۸ میں ہے۔ "اب" قدیم مصری لفظ ہے اور خطاب ہونے کی وجہ سے بعینہ عبرانی بائبل میں روایت ہوا ہے مگر یہ حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مترجمین نے اُسے عبرانی لفظ سمجھ لیا ہے اور اس کا ترجمہ باپ کر کے عجیب اہمال پیدا کر دیا ہے۔ اس غلطی کے سبب سے آیت کا مطلب ایسا خبط ہو جاتا ہے کہ کسی صورت سے کوئی معنی پیدا ہی نہیں ہوتے۔ بائبل کی یہ معنوی تحریف ایسی واضح ہے جس کو تمام محققین بائبل تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے تحدیث نعمت فرما رہے ہیں کہ یہاں مجھے

خدا نے بھیجا ہے۔ اور اُس نے مجھے فرعون کا اَبْ بنایا ہے۔

(عربی) وھو قد جعلنی اَبًا لفرعون" (فارسی) " و او مرا پدر بر فرعون ساخت"۔

(اردو) اور اُس نے مجھے فرعون کے باپ کی جگہ........ بنایا"

اَبْ کا ترجمہ باپ کرنے سے کتنی بے معنی بات ہو گئی بات یہ ہے کہ یہ قدیم مصری لفظ ہے اور اس کا مفہوم وہ منصب ہے جو بادشاہ یعنی فرعون کے بعد ہو اس کا صحیح مرادف عربی میں عزیز ہے جو اصطلاحی لفظ ہے اور مصر کے وزراء کا عربی خطاب ہے۔

قرآن شریف میں یوسف علیہ السلام کے متعلق اس لقب کا اظہار "یا ایہا العزیز" الآیہ۔ میں کیا ہے قرآن شریف کی یہ صحت کتنی ایمان کو تازہ کرنے والی اور بائبل کی غلطی کی نگہبان ہے۔ صدق اللہ العلی العظیم

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ (الآیة)۔ یعنی قرآن پچھلی کتاب کا مہیمن (نگہبان) ہے۔

"اَبرق" یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ایک اور مصری اصطلاح آتی ہے۔ چونکہ اصطلاح کے لیئے خاص لفظ جو بالکل مطابق ہو دوسری زبان میں مشکل ملتا ہے۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بضرورت ایسی مصری اصطلاحیں ہی استعمال فرمائی ہیں۔ گر مترجمین بائبل نے کہیں تو انہیں عبرانی لفظ سمجھ لیا ہے اور کہیں قیاس سے ترجمہ کر ڈالا ہے۔ جیسے اَبْ جس کا ذکر ہو چکا ہے، وہ عبرانی زبان میں بمعنی باپ ہے اور مصری زبان میں بمعنی وزیر۔ اسی طرح اَبرق ہے کہ مصری زبان میں اس کے معنی ہیں "اپنے بائیں طرف" اور عبرانی زبان میں اس کے معنی ہیں "تعظیم کے لیئے جھکنا"

چنانچہ اس لفظ کو عبرانی سمجھ کر بائبل کے ترجموں میں از کتاب غلط کیا گیا ہے۔ سفر تکوین ۴۱: ۴۳ میں ہے:-

(عربی) ونادوا امامہ ارکعوا۔

(فارسی) "پیش رویش ندا میکردند که زانو زنید"

(اردو) "اور اُس (فرعون) نے اُسے (یوسفؑ) کو اپنی دوسری گاڑی میں سوار کر دیا تب اس کے آگے منادی کی گئی۔ سب ادب سے رہو" مصر میں اس وقت سواری کو رستہ کے بائیں طرف چلانے کا رواج تھا جیسا کہ آج بھی اکثر ممالک میں ہے حضرت موسیٰؑ نے یوسفؑ کے حشم اور جلوداری کی تصویر اتاری ہے کہ وہ عزیز مصر ہو کر جب باہر نکلتے تھے تو آگے آگے پیشرو سامنے آنے والوں کی آگاہی کے لئے پکارتے تھے کہ "ابرق" "ابرق" (اپنے بائیں رہ)۔ بائبل کا ترجمہ ارکعوا یا زانو زنید صحت کے لحاظ سے درست نہیں ہے۔

تمکین حکومت و اتساع سلطنت

خزائن ارض مصر پر مامور ہونے کے بعد جب سال بسال قحط کی سختی بہت ہی بڑھ گئی تو یوسف علیہ السلام نے اوّل سال نقد کے عوض اناج دیا پھر چوپاؤں کے عوض بائبل ۴۷ : ۱۸-۲۱ میں ہے :-

"جب وہ سال گزر گیا تو وہ دوسرے سال اُس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ ہم اپنے خداوند سے نہیں چھپانے کہ ہمارا نقد خرچ ہو چکا۔ ہمارے خداوند نے ہمارے چوپایوں کے گلے بھی لے لیے سو ہمارے خداوند کی نگاہ میں ہمارے بدنوں اور زمینوں کے سوا کچھ باقی نہیں"

"پس ہم اپنی زمینوں سمیت تیری آنکھوں کے سامنے کیوں ہلاک ہوں۔ ہم کو اور ہماری زمین کو روٹی پر مول لے اور ہم اپنی زمین سمیت فرعون کی غلامی میں رہیں گے۔ اور دانہ دے تاکہ ہم جئیں اور نہ مریں کہ زمین ویران نہ ہو جائے اور یوسفؑ نے مصر کی ساری زمین فرعون کے لیے مول لی کیوں کہ مصریوں میں سے ہر شخص نے اپنی زمین بیچی کہ کال نے اُن کو نپٹ تنگ کیا تھا۔ سو زمین فرعون کی ہوئی رہے لوگ! سو اُس نے اُنھیں شہروں میں مصر کے اطراف کی ایک حد سے دوسری حد تک بسایا۔"

اس سلوک کی اصلی وجہ مجملاً اوپر بھی مذکور ہو چکی ہے یعنی مصریوں کا دل میں قوم ہکسوس کو

مکروہ رکھنا اور فوقانی نیل کے تین چار شاہی سلسلوں کا جو حکمرانی کر رہے تھے پورا مطیع نہ بننا اور شورش وبغاوت کرتے رہنا۔

جب یہ لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور وعدہ کیا کہ اپنی زمین سمیت فرعون کی غلامی میں رہینگے جس سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ پورے فرماں بردار نہ تھے تو یوسف علیہ السلام نے ان کی زمین لے لی تاکہ ربقۂ اطاعت اس معاملہ سے ان کی گردنوں میں پڑا رہے۔ اس طرح ہکسوس کی سلطنت کو حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر و سیاسی قابلیت کی وجہ سے بڑی تمکین و وسعت حاصل ہوگئی۔ قرآن شریف میں "وکذالک مکنا لیوسف فی الارض" اور ہم نے اسی طرح یوسف کو اس سرزمین میں خوب قوت دی"۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ان کی سیاسی قابلیت کا بھی اظہار ہے۔

فضائل و مناقب قرآن

از جناب مولوی اکرم علی صاحب محمدی مدرس مدرسہ وبجاپور

اعجاز قرآن

اعجاز مصدر ہے عجز سے جس کے معنی ہیں عاجز کرنا۔ ناتوان کرنا۔ جیسے اَعْجَزْتُ زَیْدًا۔ عاجز کردیا میں نے زید کو۔ وَجَدْتُہٗ عاجزاً۔ میں نے اس کو عاجز پایا وغیرہ وغیرہ۔ مصباح المنیر جلد ۲ صفحہ ۲۰ طبع مصر میں لکھا ہے کہ مصدر کبھی بمعنی فاعل بھی آتا ہے۔ پس اعجاز کے معنی عاجز کرنے کے بھی ہیں، اور معجزہ یعنی عاجز کرنے والے کے بھی۔ اعجاز القرآن سے مراد یہ ہے کہ تمام دنیا کی کتب ارضی وسماوی من کل الوجوہ قرآن مجید کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ دنیا بھر کے حکماء کی حکمتیں اس کی حکمت کے مقابلہ میں فرومایہ دنیا بھر کے قانون اس کے قانون کے مقابلہ سے قاصر۔ جملہ فصحا و بلغائے عرب و عجم من حیث المجموع اس کے سامنے خاموش۔ دنیا بھر کے ملکوں کی فصاحت و بلاغت اس کے روبرو ہیچ۔ یہ کلام معجز نظام ایسا سہل ممتنع ہے کہ ہر صاحب عقل و فہم اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مگر اس کی ایسی ایک چھوٹی سی آیت بھی نہیں بنا سکتا۔

معجزہ رسالت و نبوت کا خاصہ لازمہ ہے جس کے معنی خرقِ عادت کے ہیں۔ قوت معجزہ ہر نبی و رسول کو من جانب اللہ عطا ہوتی ہے۔ اور کسی وقت زائل نہیں ہوتی۔ نبی و رسول بحکم الٰہی جب چاہے ناممکن کو ممکن کر دکھائے۔

یوں تو ہر نبی و رسول کو خداوند عالم نے وقت اور حالات کے لحاظ سے خاص خاص معجزے